سلسلہ غزواتِ نبوی ﷺ 2

غزوۂ اُحد



عبدالمالک مُجاہد

دارالسلام
DARUSSALAM

سلسلہ غزوات نبوی ﷺ 2

غزوۂ اُحد



عبدالمالک مجاہد

دارالسلام
DARUSSALAM
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • خبر • شارجہ
لاہور • لندن • ہیوسٹن • نیویارک

© مكتبة دار السلام، ١٤٢٥ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مجاهد، عبدالمالك

غزوة احد/ عبدالمالك مجاهد - الرياض، ١٤٢٥ هـ

ص: ٤٨ مقاس: ١٧×٢٤ سم

ردمك: ٥-٦٧-٨٩٩-٩٩٦٠

(النص باللغة الاردية)

١- غزوة احد أ. العنوان

ديوي ٢٣٩,٤ ١٤٢٥/٢٨٢٨

رقم الإيداع: ٢٨٢٨/ ١٤٢٥

ردمك: ٥-٦٧-٨٩٩-٩٩٦٠

نام کتاب: غزوہ اُحد (سلسلہ غزوات نبوی ﷺ 2) مصنف: عبدالمالک مجاہد

منتظم اعلیٰ: عبدالمالک مجاہد

مجلس انتظامیہ: حافظ عبدالعظیم اسد (منیجر دارالسلام لاہور) محمد طارق شاہد (انچارج شعبہ ادب الاطفال والشباب)

مجلس ادارت: ڈاکٹر محمد اختر کھوکھر اشتیاق احمد عرفان جمیل
اشفاق احمد خاں محمد امین ثاقب قاری طارق جاوید

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن: زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

معاونین: میاں خالد محمود عمر فاروق حسن محمود حافظ عمران خان خطاطی: اکرام الحق

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: riyadh@dar-us-salam.com Website: www.dar-us-salam.com

1 طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 3 جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270

2 شارع اربعین۔ الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221 4 الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551

5 مدینہ منورہ فون وفیکس: 815121 4 00966

شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 لندن فون: 0044 208 539 4885 فیکس: 208 539 4889

امریکہ 1 ہوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431 2 نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس ومرکزی شوروم)

1 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

E-mail: lahore@dar-us-salam.com

2 غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 3 اردو بازار، گوجرانوالہ فون: 741613 فیکس: 741614

4 ٹاؤن مارکیٹ، اقبال ٹاؤن، لاہور فون: 7846714

پیش لفظ

انتقام ایک ایسا جذبہ ہے جو تعمیر یا تخریب کے لیے طاقتور ترین محرک کی حیثیت رکھتا ہے۔ زک اُٹھایا ہوا انسان، بہت خطرناک ہوتا ہے۔ حالات کی نزاکت بھانپ کر وہ بظاہر خاموش رہتا ہے لیکن یہ خاموشی سطح سمندر کی سی ہوتی ہے۔ پُرسکون سمندر کی تہہ میں بہت سے طوفان پرورش پا رہے ہوتے ہیں...... ہواؤں سے مہمیز پا کر یہ طوفان، سر اُٹھا کر سمندر کی اس خاموشی کو تہ و بالا کر دیتے ہیں۔

جنگ میں اپنے پیاروں کو گنوانا...... اپنے مال و متاع سے ہاتھ دھونا، تلخیوں کی ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ پوری فضا مسموم ہو کر رہ جاتی ہے۔ نفرت کے شعلے دل و دماغ کو جھلسانے لگتے ہیں، ساری صلاحیتیں، سارے جذبے انتقام کی راہیں ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ دن کا چین غارت ہو کر رہ جاتا ہے۔ راتیں، پلکوں پر عذاب بن کر نازل ہوتی ہیں۔ شب و روز کی تیاری بالآخر اُسے وہاں کھینچ لاتی ہے جہاں سے کامیابی یا ناکامی چند لمحوں کی دوری پر امانت ہوتی ہے۔

سردارانِ مکہ بڑی تعداد میں اولین معرکے میں مارے گئے، انتقام کے جذبے نے کسی کو اُن کا ماتم بھی نہ کرنے دیا...... اور یہی جذبہ بھرپور تیاریوں کے ساتھ اُنھیں پھر میدان میں لے آیا۔ ایک نئے میدان میں...... جہاں اُن کی سج دھج دیکھنے والی تھی: آہنی لباس، چمکتی تلواریں، تنی ہوئی کمانیں...... اکڑے ہوئے سر...... قیامت بپا کرنے کے

لیے تیار کھڑے تھے۔ مقابل فوج کے سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے جنگی مہارت کا بھرپور اظہار کیا...... ذمہ داریوں کا تعین کیا...... اپنی سحر انگیز گفتگو سے اپنے ساتھیوں کے جذبوں کو بھرپور تر و تازگی بخشی۔

پھر بہادروں نے مبارزت طلب کی، مقابل کی تلواریں چمکیں، زمین کی مٹی تڑپتے جسموں کی لذت سے آشنا ہوئی...... پھر گھمسان کی جنگ کا آغاز ہوا...... نتیجہ اولین جنگ جیسا نکلا...... حق کو فتح نصیب ہوئی۔ اہلِ باطل میدان سے شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

لیکن فتح ابھی ادھوری تھی!

اور شکست بھی ابھی تشنہ تھی!

سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی حکم عدولی ہوئی...... اور نتیجہ مزید شہادتوں کی صورت میں نکلا...... فتح واقعی ادھوری رہی...... نتائج کے اعتبار سے فتح نتیجہ خیز تو نہ نکلی...... لیکن مفید ضرور رہی...... فتح کے سراب میں مبتلا دشمن ...... آخر میں ڈر کر بھاگ نکلا، جس کے نتیجے میں گردونواح کے علاقوں پر سپہ سالارِ اعظم ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کی قوت کا رعب طاری ہوگیا اور کامیابیوں کے سفر کی ابتدا ہوگئی۔

ایک دلچسپ تاریخی حقیقت...... تاریخ کے دامن سے...... صرف آپ کے لیے۔

والسلام

عبدالمالک مجاہد



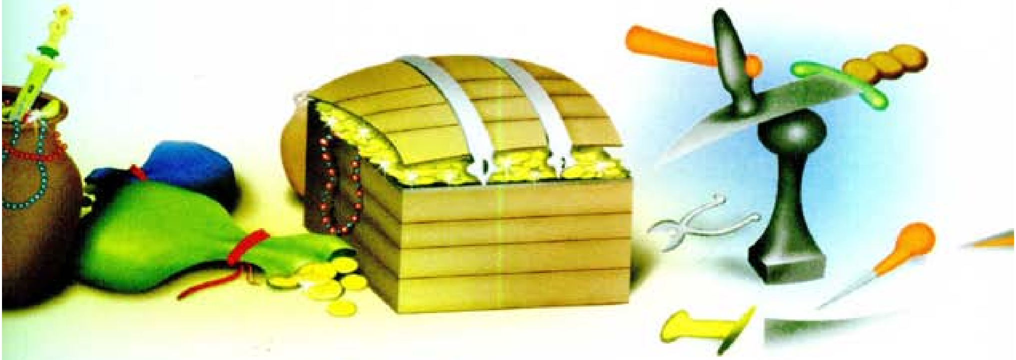
غزوہ بدر میں قریش کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ شکست ان کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ شکست کا خیال کسی طرح ان کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ وہ انگاروں پر لوٹ رہے تھے۔ پورے عرب میں ان کی شہرت خاک میں مل گئی تھی اور وہ بدلہ لینے کے لیے مرے جا رہے تھے، بری طرح پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ چنانچہ انھوں نے مکے میں اعلان کر دیا:

''بدر کے مقتولین پر نہ تو کوئی روئے نہ ہی ان پر مرثیہ خوانی کرے۔''

جن کے عزیز اس جنگ میں قتل ہوئے تھے، ان کی طرف سے کہا گیا:

''ہم مسلمانوں سے اس شکست کا بدلہ لے کر رہیں گے۔''

اب باقاعدہ جنگ کی تیاری شروع ہوگئی۔ جنگ کے لیے فنڈ قائم کیا گیا۔ ابوسفیان جس تجارتی قافلے کو بچا کر لے آئے تھے، اس کا مکمل منافع اس جنگی فنڈ میں جمع کرادیا



گیا۔ مردوں نے زیادہ سے زیادہ مال فنڈ میں جمع کرایا' عورتیں مردوں سے پیچھے نہ رہیں' انہوں نے اپنے زیور تک اتار کر فنڈ میں جمع کرا دیئے۔ ارد گرد کے قبائل بھی ان سے آ ملے۔ انہوں نے بھی ہر طرح مدد کی' ان کی وجہ سے بھی فنڈ میں اضافہ ہوا۔

ابو سفیان نے قسم کھائی!

''جب تک میں بدر کا بدلہ نہیں لوں گا، آرام کی نیند نہیں سوؤں گا۔''

مشرکین نے خفیہ طور پر جنگی تیاریاں زور شور سے جاری رکھیں۔ اس دوران چھوٹے بڑے لڑائی کے واقعات ہوتے رہے، جھڑپیں ہوئیں۔ قریش کی خواہش تھی کہ مدینہ منورہ پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ان سے انتقام لیا جائے۔

قریش نے کئی محاذوں پر لڑائی کی تیاریاں کیں۔ ارد گرد کے قبائل کو وہ ساتھ ملا چکے تھے۔ ایک قدم انھوں نے یہ اٹھایا کہ مدینہ منورہ کے یہودیوں سے ساز باز کی، اور ان سے گٹھ جوڑ کے لئے خط و کتابت کی گئی۔



ایک اور طریقہ یہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں ان کی کوشش کا رخ یہ تھا کہ مدینہ منورہ کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج کے درمیان پرانی دشمنی پھر سے بھڑک اٹھے۔ غرض انھوں نے ہر طرف اپنی کوششوں اور سازشوں کے جال بچھا دیے۔

ایک سال تک یہ جنگی تیاریاں جاری رہیں۔ سال ختم ہونے پر تو تیاریاں عروج پر پہنچ گئیں۔ آخر کار ایک دن ابوسفیان مکہ مکرمہ سے تین ہزار کا لشکر جرار لیے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان کے پاس تین سو اونٹ، دو سو گھوڑے اور سات سو زرہیں تھیں۔ اردگرد کے قبائل سے تہامہ اور کنانہ کے علاوہ حبشیوں کا ایک ٹولہ بھی شامل تھا۔

لشکر میں جوش پیدا کرنے اور ان کے غیظ و غضب کو اُبھارنے کے لیے ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ کی قیادت میں پندرہ عورتیں بھی لشکر میں شامل تھیں۔ یہ عورتیں دف بجا بجا کر اور اشعار گا گا کر لشکر کو جوش دلانے کا کام انجام دے رہی تھیں، ان کے غصے کو ہوا دے رہی تھیں۔



ہم پڑھ چکے ہیں کہ غزوہ بدر میں نبی اکرم ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ابھی مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ وہ مسلمان تو ہو چکے تھے مگر اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے، وہ قریش کی جنگی تیاریوں سے خوب واقف تھے۔

چنانچہ انھوں نے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا۔اس خط میں انھوں نے قریش کی جنگی تیاریوں کی تفصیل درج کی۔ قریش کے ارادوں سے آگاہ کیا اور پوری تفصیل لکھی۔ بنو غفار سے تعلق رکھنے والا یہ ایلچی صرف تین دن کے اندر مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

خط ملتے ہی اللہ کے رسول ﷺ نے مجلس مشاورت طلب فرمائی۔ مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجلاس ہوا۔اس میں کافروں کا مقابلہ کرنے کے لیے غور و خوض کیا گیا۔اللہ کے رسول ﷺ کی اپنی خواہش یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر جنگ لڑی جائے، جب کہ نوجوانوں کی اکثریت کھلے میدان میں لڑنا چاہتی تھی۔سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی کھلے میدان میں شجاعت کے جوہر دکھانے کے حق میں تھے۔





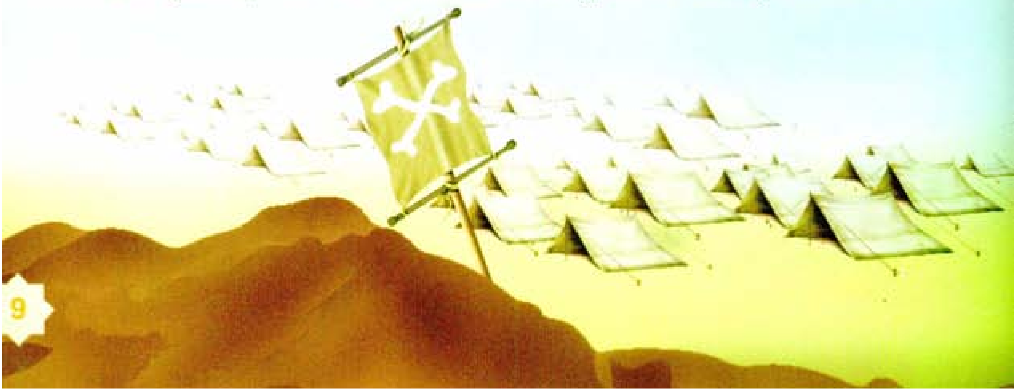
سب کا مشورہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ اندر تشریف لے گئے اور جنگی لباس پہن کر واپس تشریف لائے۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس کیا کہ شاید انھوں نے آپ کی خواہش کے خلاف مشورہ دے کر غلطی کی ہے، چنانچہ سب نے عرض کیا:

"آپ جیسا حکم دیں اور پسند کریں ہم ویسا ہی کریں گے۔"

یعنی وہ معذرت چاہنے لگے۔ اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ جب وہ ایک مرتبہ ہتھیار سجا لے تو پھر ان کو اتار دے۔"

ہجرت کا تیسرا سال' شوال کی 6 تاریخ اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ میں عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، تا کہ وہ مدینہ منورہ میں باقی رہ جانے والوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر آپ ایک ہزار کا لشکر لے کر اُحد کی طرف روانہ ہوئے۔ اُدھر قریش کا لشکر اُحد پہاڑ کے سامنے وادی "قناۃ" میں ڈیرہ ڈال چکا تھا۔





آپ شہر سے باہر نکلے تھے کہ منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی یہ کہہ کر اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر سے الگ ہوگیا: ''آپ نے چونکہ میری رائے کا احترام نہیں کیا' اس لیے میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔''

مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کیا تھا، اس وقت اس نے مدینہ منورہ میں ٹھہر کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کا مشورہ چونکہ باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ان کا مشورہ منظور فرمایا تھا۔ اب اس موقع پر اس نے یہ بہانہ کیا ورنہ دراصل یہ شخص منافق تھا، اللہ کے رسول ﷺ سے حسد کرتا تھا۔

آپ ﷺ کی ہجرت سے پہلے ایک طرح سے یہی مدینہ منورہ کا حاکم تھا۔ مدینے کے لوگ اس کی دستار بندی کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور مدینے پر آپ ﷺ کا حکم چلنے لگا۔ اس طرح ہجرت کے بعد اس کی سرداری خاک میں مل گئی، دستار بندی دھری کی دھری رہ گئی۔ لہٰذا وہ نبی کریم ﷺ سے حسد کرنے لگا۔ اب اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح مسلمان کمزور پڑ جائیں۔

چنانچہ پہلے تو اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر میں شامل ہو گیا لیکن پھر عین موقع پر اللہ کے رسولؐ اور مسلمانوں سے دھوکا کیا۔ اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے الگ ہو گیا تاکہ مسلمانوں کو دھچکا لگے۔ وہ خیال کرنے لگیں کہ اب دشمن کے مقابلے میں ان کی تعداد اور زیادہ کم ہو گئی ہے۔ اسی لمحے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے منافقین کو ان کا فرض یاد دلایا اور انھیں لڑائی پر اُبھارا مگر وہ نہ مانے۔ ان حالات میں بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے کچھ لوگوں کے حوصلے پست ہوئے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ثابت قدم کر دیا۔

اب مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈالا۔ اس طرح اسلامی لشکر کی پشت پر اُحد کا پہاڑ تھا۔ بائیں ہاتھ پر ایک پہاڑی تھی، جس کا نام اب ''جبل رماۃ'' ہے۔





آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی کمان میں پچاس ماہر تیراندازوں کا ایک دستہ اس پہاڑی پر مقرر فرمایا۔ یہ پہاڑی اسلامی لشکر سے قریباً ڈیڑھ سو میٹر کے فاصلے پر تھی۔ آپ ﷺ نے اس دستے کو بہت واضح ہدایات دیں۔ فرمایا: ''دیکھو! دشمن پیچھے سے ہم پر نہ چڑھ آئے۔ انھیں اپنے تیروں کے ذریعے دور رکھنا۔ نزدیک نہ آنے دینا، ہم جیتیں یا ہاریں بس تم اپنی جگہ پر رہنا اور ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔



اللہ کے رسول ﷺ نے ایک ماہر کمانڈر کی طرح لڑائی کا منصوبہ تیار کیا۔ پڑاؤ کے لیے اونچی جگہ منتخب فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جھنڈے عطا فرمائے۔ فوج کا جذبہ ابھارنے کے لیے ان سے خطاب فرمایا۔ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی۔ جنت کی بشارتیں دیں۔ دلیری اور بہادری کی روح پھونکنے کے لیے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور پوچھا:

”اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟“

کئی ہاتھ بلند ہوئے، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عرض کیا:

”اللہ کے رسول ﷺ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ میں وہ حق ادا کروں گا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمن کو اتنا مارو کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔“

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بہت جانباز تھے۔ انھوں نے سرخ رنگ کی پٹی پیشانی پر باندھ لی۔ میدان جنگ میں جب بھی یہ پٹی باندھتے تھے تو مسلمان ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے:

''ابو دجانہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے۔''

پٹی باندھنے کے بعد انھوں نے پھر کہا:

''اس تلوار کا حق میں ادا کروں گا۔''

پھر دشمن کے سامنے اُکڑ کر چلنے لگے۔ اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایسی چال اللہ کو ناپسند ہے مگر میدان جنگ میں نہیں کیونکہ یہ دشمن پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے ہے، اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے لیے ہے۔''





اس غزوہ میں بھی ''غزوہ بدر'' کی طرح کئی بچے آئے ہوئے تھے۔ انھیں کم عمری کی وجہ سے واپس کر دیا گیا۔ ان میں عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، زید بن ثابت، زید بن ارقم، ابوسعید خدری اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے نام نمایاں ہیں۔ البتہ کم سنی کے باوجود دو بچوں کو جنگ میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ ان کے نام رافع بن خدیج اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما ہیں۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کم عمری میں ہی تیر اندازی میں غضب کی مہارت حاصل کر لی تھی، انھیں ان کی تیر اندازی میں مہارت کی بنیاد پر اجازت ملی۔ سمرہ بن جندب ﷺ نے جب دیکھا کہ انھیں اجازت مل گئی ہے تو نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے رافع کو جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی جب کہ میں رافع سے زیادہ طاقت ور ہوں، انھیں کشتی میں پچھاڑ سکتا ہوں، اس لیے مجھے بھی اجازت دی جائے۔''

ان کی بات سن کر نبی رحمت ﷺ مسکرا دیے۔ پھر ارشاد ہوا: ''اچھی بات ہے، ہم دونوں کی کشتی کرا کر دیکھ لیتے ہیں۔ اگر تم نے واقعی رافع کو پچھاڑ دیا تو تمھیں بھی اجازت مل جائے گی۔''

اب دونوں میں کشتی شروع ہوئی اور واقعی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو گرا لیا، چنانچہ انھیں بھی اجازت مل گئی۔



اسی ایک واقعہ سے اندازہ لگا لیں کہ اس دور کے بچوں میں جہاد کا جذبہ کس قدر تھا۔ جہاد میں شرکت کے لیے بچے تو بے قرار رہتے ہی تھے، بوڑھوں کا حال بھی ان سے مختلف نہیں تھا۔

سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ ایک انصاری صحابی تھے۔ ان کے تین بیٹے لشکر میں شامل تھے۔ یہ خود ایک پاؤں سے لنگڑے تھے، عمر بھی ساٹھ سال سے اوپر تھی، یہ بھی لڑائی کے لیے تیار ہو گئے، یہ دیکھ کر بیٹے رہ نہ سکے۔ انھوں نے کہا: ''ابا جان! آپ بوڑھے تو ہیں ہی، معذور بھی ہیں۔ اس لیے آپ نہ جائیں۔ ہم جو میدان جنگ میں جا رہے ہیں۔''

وہ نہ مانے۔ جہاد پر جانے کے لیے بضد ہوگئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ میرے بیٹے، مجھے اس عظیم کارِ خیر سے روکنا چاہتے ہیں۔ مجھے کہتے ہیں میں لنگڑا ہوں، بوڑھا ہوں، جب کہ میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے شہادت کی موت نصیب فرمائے اور میں لنگڑاتا ہوا جنت میں جاؤں۔''

نبیِ اکرم ﷺ ان کی بات سن کر مسکرادیے اور ان کے بیٹوں سے فرمایا:

''اپنے باپ کو نہ روکو! انھیں جہاد کے لیے جانے دو۔''



چنانچہ بیٹے خاموش ہوگئے۔ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ گھر گئے، بیوی کو الوداعی سلام کیا، ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، چہرے کا رخ قبلے کی طرف تھا اور اس حالت میں دعا کی:

''اے اللہ! مجھے شہادت نصیب فرمانا اور مجھے واپس گھر میں نہ لانا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا، عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لنگڑاتے ہوئے میدان جہاد کی طرف جارہے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

''میں جنت کا مشتاق ہوں، میں جنت کا مشتاق ہوں۔''

یہ اور ان کے بیٹے خلاّد رضی اللہ عنہ اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

مشرکین صف بندی کر چکے تھے۔ فوج کے سپہ سالار ابوسفیان تھے۔ فوج کے دائیں حصے کے افسر خالد بن ولید اور بائیں حصے کے عکرمہ بن اَبی جہل تھے۔ پیدل فوج کی کمان صفوان بن اُمیہ کے ہاتھ میں تھی۔ تیر اندازی پر عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا گیا تھا۔ مشرکین کا جھنڈا بدر کے میدان کی طرح بنوعبدالدار کے ہاتھ میں تھا۔

لڑائی سے پہلے ابوسفیان نے جنگی چال کے طور پر انصار و مہاجرین میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس نے انصار کو خفیہ پیغام بھیجا:

''ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں، تم پیچھے ہٹ جاؤ۔''

انصار نے ان کی اس بات کا بہت سخت جواب دیا۔ بھلا وہ کیسے اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ سکتے تھے۔ وہ تو اللہ کے راستے میں اپنی جانوں کے نذرانہ پیش کرنے آئے تھے۔



لڑائی شروع ہوئی۔ قریش نے دعوتِ مبارزت دی۔ طلحہ بن ابی طلحہ اپنی صف سے نکل کر آگے آ گیا اور للکارا:

''تم میں سے کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے!''

یہ بہت طاقت ور، بہادر اور جنگ جُو تھا۔ اونٹ پر سوار ہو کر آگے آیا تھا۔ اس کے مقابلے میں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آگے آئے۔ یہ نبی ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے۔ آگے بڑھے اور فرمایا:

''میں کروں گا تم سے مقابلہ۔''

یہ کہا اور اس کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس کے اونٹ کے نزدیک پہنچتے ہی ایک اونچی چھلانگ لگائی اور پہلے تو اسے نیچے گرایا پھر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

مسلمانوں نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا۔



قتل ہونے والے اس کافر طلحہ بن ابی طلحہ کا تعلق قبیلہ بنوعبدالدار سے تھا۔ جھنڈا اس روز اسی قبیلے کے ہاتھ میں تھا۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے ابوسفیان نے انھیں خوب غیرت دلائی تھی۔ کہا تھا:

''جھنڈے کو گرنے نہ دینا، جنگ بدر میں بھی جھنڈا تمہارے خاندان کے ہاتھ میں تھا اور جھنڈے کے گرنے کی وجہ سے ہمیں شکست ہوئی تھی۔''

طلحہ بن ابی طلحہ گرا تو جھنڈا بھی گرا، کیونکہ جھنڈا اس کے ہاتھ میں تھا۔ بنوعبدالدار کے ایک شخص نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا لیکن اسے بھی فوری طور پر واصل جہنم کردیا گیا۔ اب تیسرا آگے بڑھا۔ اس نے جھنڈا اٹھایا ایک مسلمان نے آگے نکل کر اس کا بھی کام تمام کردیا۔ یہاں تک کہ چوتھا مشرک آگے آیا۔ اس نے جھنڈا اٹھایا۔ ایک مسلمان نے اس کا بھی خاتمہ کردیا۔

اس طرح جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے ایک ہی گھرانے کے چھ افراد قتل ہوئے۔ ان لوگوں کو یکے بعد دیگرے سیدنا علی، سیدنا حمزہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عاصم اور سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم نے قتل کیا۔



اب ایک کے مقابلے میں ایک کی لڑائی ختم ہوئی اور عام مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہادری کے جوہر دکھانے لگے۔

کافروں کا جھنڈا اب بنو عبدالدار کے ایک حبشی غلام صواب نے اُٹھالیا تھا۔ ایک صحابی آگے بڑھے۔ انھوں نے اس کے بازو پر وار کیا۔ بازو کٹا تو اس نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

ایک صحابی نے اس کے دوسرے بازو پر وار کیا۔ دوسرا ہاتھ کٹا تو وہ بیٹھ گیا اور جھنڈے کو دونوں گھٹنوں کے درمیان تھام لیا۔ اب ایک اور صحابی آگے بڑھے، انھوں نے اس کی گردن پر وار کیا۔ اب جو جھنڈا گرا تو بس گرا ہی رہا۔ پھر کسی نے اسے نہ اٹھایا۔

جنگ زور شور سے جاری تھی۔ تیروں کی سنسناہٹ اور تلواروں کے ٹکرانے کی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ پر عجیب حالت طاری تھی۔ ان کے سر پر سرخ پٹی بندھی تھی اور وہ جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ لڑتے لڑتے وہ دشمن کی صفوں میں جا گھسے۔

ایک مشرک اپنے ساتھیوں کو بہت زور شور سے جوش دلا رہا تھا، ان میں ولولہ اُبھار رہا تھا۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار سے وار کرنا چاہا تو اس نے شور مچا دیا۔ پتا چلا! وہ عورت ہے۔ انھوں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تلوار پر حرف نہ آنے دیا۔ ورنہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ ابو دجانہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کر دیا۔ یہ عورت ہند بنت عتبہ تھی۔



دوسری طرف سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شیر کی طرح لڑ رہے تھے۔ وہ جدھر کا رخ کرتے، دشمن کی صفوں کی صفیں اُلٹ دیتے۔ بڑے بڑے بہادر ان کے سامنے ٹک نہیں رہے تھے۔ وہ انھیں اس طرح اُڑا رہے تھے جیسے تیز آندھی میں پتے اڑتے ہوں۔

انھوں نے مشرکین کے بڑے بڑے علم برداروں کا صفایا کر دیا۔ ان کی تباہی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بڑے بڑے سورما ان کے سامنے آنے سے گھبرانے لگے،کنی کترانے لگے۔ آخر کار انھیں شہید کر دیا گیا لیکن مردانہ وار سامنے آ کر نہیں' پیچھے سے وار کر کے شہید کیا گیا۔

واقعہ یوں ہے کہ وحشی بن حرب ایک حبشی غلام تھا۔ اس کے آقا کا نام جبیر بن مطعم تھا۔ وحشی بن حرب نیزہ پھینکنے میں بہت ماہر تھا۔ اس کا نشانہ بہت پختہ اور کم ہی خطا ہوتا تھا۔ غزوہ بدر میں ہند کا باپ عتبہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا اور جبیر بن مطعم کا چچا بھی اسی لڑائی میں قتل ہوا تھا۔ اس بنیاد پر ہند اور جبیر نے وحشی بن حرب سے کہا:

''اگر تم نے حمزہ کو قتل کر دیا تو تمھیں آزاد کر دیا جائے گا، اس کے علاوہ انعام واکرام

سے بھی نوازا جائے گا۔"

وحشی بن حرب آزادی اور انعام کے لالچ میں شروع جنگ سے ہی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا اور موقع کی تلاش میں تھا۔ ان کے پیچھے لگا رہا۔

آخر یہ موقع اسے مل ہی گیا۔ اس نے اپنا نیزہ تولا، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا نشانہ لیا اور تاک کر نیزہ پھینک دیا۔ نیزہ ان کی ناف سے نیچے جا لگا اور وہ شہید ہو گئے۔

تمام مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم میدان جنگ میں بدستور ڈٹے رہے۔ انھوں نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دیے۔ دشمن کے قدم جم ہی نہ سکے۔ یوں جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔



جبل رماۃ کے درّے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کی قیادت سونپی تھی اور فرمایا تھا:

"اس جگہ کو نہ چھوڑنا!"

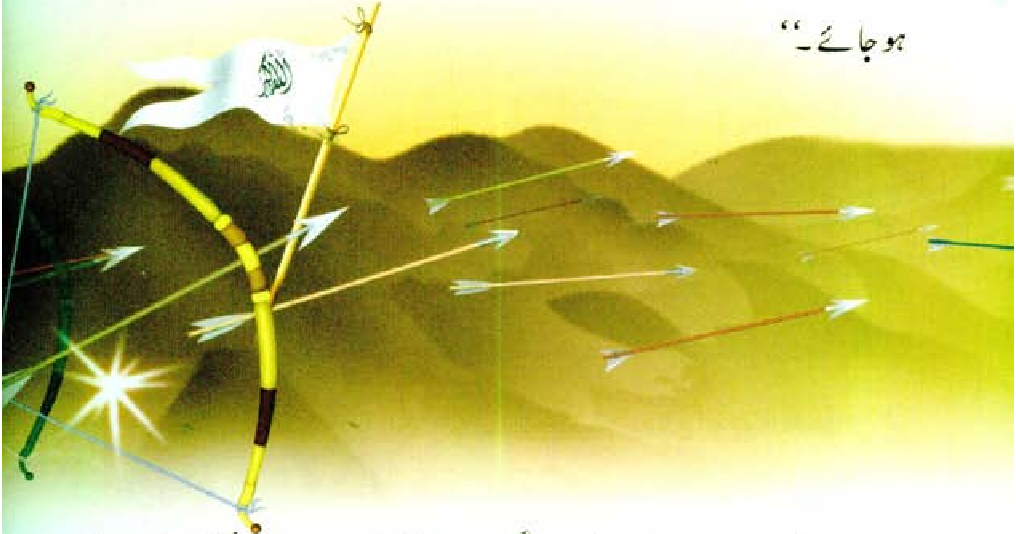
یہ حضرات وہاں چوکس کھڑے تھے کہ مشرکوں کے ایک دستے کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ یہ دستہ خالد بن ولید کا تھا' یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور

جنگی صلاحیت تو انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی۔

مشرک ہونے کے باوجود زبردست جنگ جو تھے اور جنگ کے میدان کا خوب غور سے جائزہ لیتے تھے۔ وہ اس کام میں ماہر تھے۔ انھوں نے بھانپ لیا کہ اگر مشرکین اس درّے کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں تو کامیابی ہو سکتی ہے۔ اس طرح مسلمان پیچھے کی طرف سے گھر جائیں گے اور اس صورت حال سے وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ اپنے دستے کو لے کر اس طرف بڑھے اور حملہ کرنے کی کوشش کی۔

سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ پہلے ہی ہوشیار تھے، انھوں نے اپنے دستے کو حکم دیا:

''دشمن پر تیر برساؤ اور اس قدر تیزی سے برساؤ کہ دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائے۔''



اس طرف سے تیر اندازی شروع ہوگئی اور اس قدر مہارت سے ہوئی کہ خالد بن ولید جیسے سپہ سالار بھی اپنے دستے کے قدم جمانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ لیکن وہ بھی آخر خالد بن ولید تھے۔ اپنی جنگی صلاحیت کا انھیں بھی اندازہ تھا۔

چنانچہ کچھ دیر گزرنے پر پھر حملہ آور ہوئے۔ سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنے تیراندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا۔ تیراندازوں نے خالد بن ولید کے دستے کا منہ پھیر کر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد انھوں نے پھر اس طرف سے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی انھیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔

جنگ اب پورے زوروں پر تھی۔ سات سو مجاہدین کا چھوٹا سا لشکر ایک بڑے لشکر سے ٹکرا رہا تھا۔ جب کہ یہ بڑا لشکر ساز و سامان سے بھی پوری طرح لیس تھا۔ آخر جب کافر پورا زور لگا چکے اور مسلمانوں کو ایک انچ بھی پیچھے نہ دھکیل سکے، بلکہ خود انھیں بار بار پیچھے ہٹنا پڑا تو ان کا حوصلہ جو کہ میدان جنگ میں اہم چیز ہے، شکست کھا گیا۔

حوصلے کا ٹوٹنا تھا کہ ان کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ان کا جھنڈا بھی گر گیا۔ پھر کسی نے اس کو اُٹھانے کی کوشش نہ کی۔ ان کی عورتیں جو کچھ دیر پہلے اشعار گا گا کر اپنے مردوں کو جوش دلا رہی تھیں، ان کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں، اب وہ اپنا کام بھول کر پنڈلیوں تک کپڑے اٹھائے بھاگنے لگیں۔



مسلمانوں نے جب کافروں کو بھاگتے دیکھا تو ''اللہ اکبر'' کا زوردار نعرہ لگایا اور ان کا تعاقب شروع کردیا۔ دشمن بدحواس ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر اور زیادہ بوکھلا گیا اور سر پر پیر رکھ کر بھاگا۔ کافی دور تک پیچھا کرنے کے بعد مسلمان لوٹ آئے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ میدانِ جنگ اب دشمن سے خالی ہو چکا تھا، اب مسلمان تھے اور مالِ غنیمت......!

اس وقت تیر انداز دستے سے وہ تاریخی غلطی سرزد ہوگئی جس کا خمیازہ اُنھیں بعد



میں خوب بھگتنا پڑا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں حکم فرمایا تھا:

''تم لوگ اس گھاٹی سے نہ ہٹنا!''

لیکن میدان کو دشمن سے خالی دیکھ کر اور دوسرے مسلمانوں کو مال غنیمت لوٹتے دیکھ کر وہ گھاٹی پر کھڑے نہ رہ سکے۔ انھوں نے میدان کا رخ کیا۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں ٹوکا اور فرمایا:

''خبردار! ہمیں اس جگہ سے ہٹنا نہیں چاہیے، اللہ کے رسول ﷺ کا حکم یہی ہے۔''

جواب میں انھوں نے کہا:

''اللہ کے رسول ﷺ نے جنگ جاری رہنے تک یہاں ٹھہرنے کا حکم فرمایا تھا۔

اب جب کہ جنگ ختم ہو چکی ہے، ہم یہاں کھڑے رہ کر کیا کریں گے؟ مالِ غنیمت لوٹا جا رہا ہے، ہم کیوں پیچھے رہیں۔"

اس پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

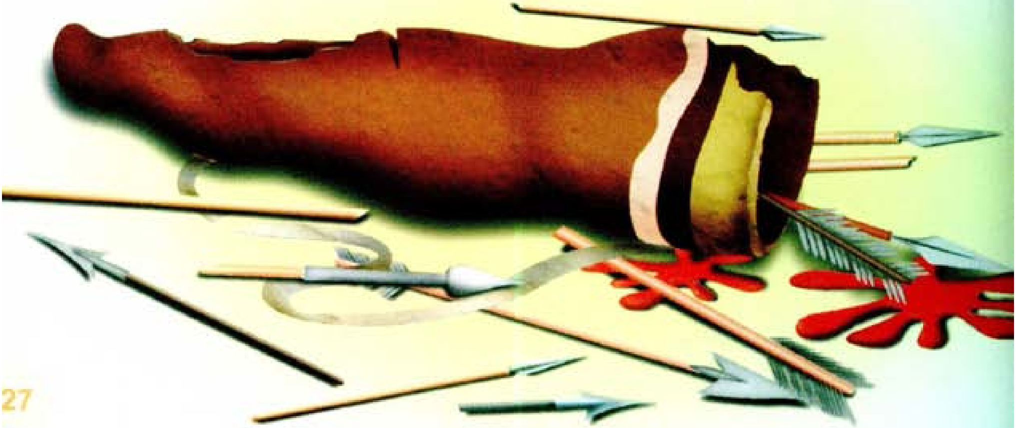
"ہمیں ہر حال میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔"

لیکن تیراندازوں نے جبل رماۃ کو چھوڑ دیا اور میدان جنگ کی طرف چلے گئے۔

تاہم عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے نو ساتھی وہاں ڈٹے رہے۔

خالد بن ولید تین بار اس طرف سے حملہ کرنے کی ناکام کوشش کر چکے تھے۔ ان کا دستہ بھی شکست کھا کر بھاگ رہا تھا۔ لیکن ان کی نظریں اس وقت بھی اس گھاٹی پر تھیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان وہاں سے ہٹ گئے ہیں تو انھوں نے فوراً اپنے دستے کے ساتھ تیزی سے چکر کاٹا اور اسلامی لشکر کی پشت پر جا پہنچے۔ اب گھاٹی والا راستہ ان کے لیے صاف تھا۔

عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے نو ساتھی کب تک اس پورے دستے کو روکتے۔ ان کے تیر ختم ہو گئے اور نوبت شہادت تک پہنچی۔ انھیں شہید کرنے کے بعد خالد بن ولید



اپنے دستے کو لے کر میدان جنگ کی طرف بڑھے اور مال غنیمت لوٹنے والے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

یہ حملہ ایک تو بہت ہی زبردست تھا۔ دوسرا مسلمان تو اس وقت لڑائی کی پوزیشن میں تھے ہی نہیں۔ بس انھوں نے مسلمانوں کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ مسلمان بکھر کر رہ گئے، خود اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ صرف چند صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے۔

یہ دیکھ کر خالد بن ولید کے ساتھیوں نے نعرہ بلند کیا۔ بھاگتے کافروں نے پانسہ پلٹتے دیکھا تو وہ بھی میدان جنگ کی طرف مڑے۔ ایک عورت نے گرا ہوا جھنڈا اٹھا لیا۔ کافر اس کے گرد جمع ہو گئے اور نئے سرے سے جم کر لڑنے لگے۔ مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے اب کافروں کے گھیرے میں آ گئے۔



اللہ کے رسول ﷺ نے اس وقت بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ ایک نہایت ہی منجھے ہوئے جرنیل کی طرح آپ ﷺ نے چند لمحات میں میدان جنگ کا جائزہ لے لیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت صرف نو صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے مسلمان

دشمن کے گھیرے میں تھے۔ انھیں کافر شہید کر رہے تھے۔ باقی مسلمان اِدھر اُدھر منتشر ہو کر رہ گئے تھے۔

آپ ﷺ کے سامنے اب دو راستے تھے۔ ایک یہ کہ اپنی جان بچاتے اور بھاگ کر کسی محفوظ مقام پر پہنچ جاتے۔ اپنے لشکر کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیتے کہ وہ اب پوری طرح دشمن کے نرغے میں تھا یا پھر اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلاتے اور انھیں یکجا کرتے۔

اس طرح مسلمان کافروں کا گھیرا توڑ سکتے تھے۔ پھر مسلمان محفوظ راستے کی طرف یعنی اُحد کی بلندی کی طرف جانے کا راستہ بنا سکتے تھے۔ چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے دوسرا راستہ اختیار کیا جو بلا شبہ مشکل اور کٹھن تھا۔ تاہم یہ ایک بہادر، شجاع اور پختہ کار سپہ سالار کا فیصلہ تھا۔ آپ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے شہسواروں کو دیکھا تو فوراً بلند آواز میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو پکارا:

''اللہ کے بندو! اِدھر آؤ۔''



اس وقت تک بہت سے کافر اللہ کے رسول ﷺ کی طرف رخ کر چکے تھے جب کہ باقی مسلمانوں کو پہلے ہی گھیرے میں لے چکے تھے۔ اس طرح مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے دونوں گروہ دشمن کے نرغے میں تھے۔ اچانک نرغے میں آجانے کی وجہ سے مسلمان گھبراہٹ کا شکار ہوگئے۔ کچھ اِدھر اُدھر بھاگے کچھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ کچھ آپس میں ہی ایک دوسرے پر حملہ کر بیٹھے، گتھم گتھا ہوگئے۔

غرض عجیب ابتری کا عالم تھا۔ مسلمان بری طرح بکھر چکے تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان رضی اللہ عنہ اسی قسم کی ابتری کی حالت میں اپنوں ہی کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ ادھر کسی نے آواز لگا دی:

''اللہ کے رسول شہید ہوگئے۔''

اس غلط خبر نے مسلمانوں میں مزید بے چینی پھیلا دی۔ بدنظمی تو پہلے ہی پھیل چکی تھی۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔ بعض نے تو لڑائی سے ہاتھ ہی روک لیے۔ ان کے قریب سے سیدنا اَنس بن نضر رضی اللہ عنہ گزرے۔ انھوں نے پوچھا:



''کیا بات ہے، کس کا انتظار ہے؟''

جواب میں انھوں نے کہا:

''اللہ کے رسول شہید ہوگئے ہیں۔''

انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تب پھر زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ چلو اٹھو! جس مقصد کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے جان دی ہے، تم بھی دے دو!''

17824

یہ کہا اور کافروں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اس طرح باقی مسلمانوں کو بھی حوصلہ ہوا۔ پھر سے جنگ کرنے لگے۔ انھی لمحات میں کسی کی نظر اللہ کے رسول ﷺ پر جا پڑی۔ وہ جوش کے عالم میں پکارا:

''مسلمانو! اللہ کے رسول تو یہ رہے، زندہ سلامت۔''

بس پھر کیا تھا...... جونہی مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی خبر غلط ہے، وہ جوش سے بھر گئے۔ ان میں ولولہ پیدا ہوگیا۔ انھوں نے زور شور سے جنگ شروع کردی۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آواز دی:

''میں اس طرف ہوں۔''



مسلمانوں سے پہلے آپ ﷺ کی آواز کافروں نے سن لی۔ لہٰذا جنگ کا مرکز آپ ﷺ کے اردگرد ہوگیا۔ کافروں کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح آپ ﷺ کو قتل کردیں۔ (نعوذ باللہ)

چنانچہ ان کا ہجوم آپ ﷺ کی طرف بڑھا۔ وہ بڑھ بڑھ کر آپ ﷺ پر حملے کرنے لگے۔ اس وقت آپ ﷺ کے اردگرد صرف نو صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ان میں سات انصاری اور دو مہاجر تھے۔ ان لوگوں نے محبت اور جاں نثاری کی انتہا کردی۔



جب آپ ﷺ کی طرف کافروں کا ہجوم بڑھا تو ساتوں انصاری باری باری آگے بڑھتے رہے اور دشمن کی یلغار کو روکتے ہوئے شہید ہوتے گئے۔ ان میں آخری صحابی عمارۃ بن یزید بن السکن رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے جسم پر چودہ زخم تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کا سرہانہ بنا دیا۔ جب روح نکلی تو ان کے رخسار آپ ﷺ کے قدم مبارک پر تھے۔

اب آپ ﷺ کے پاس طلحہ بن عبیداللہ اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ دونوں ماہر تیر انداز تھے۔ انھوں نے کافروں پر تیر اندازی شروع کردی۔ ایسے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔"

یہ واحد صحابی ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ نے اپنے ماں باپ قربان ہونے کی بات کی۔ وہ تیر چلاتے رہے، انھوں نے اس قدر تیر چلائے کہ ان کا ہاتھ شل ہوگیا۔

اسی دوران عتبہ بن ابی وقاص نے آگے بڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ کو پتھر مارا۔

آپ ﷺ پتھر لگنے سے گر گئے۔ آپ ﷺ کا نچلا ہونٹ زخمی ہوگیا اور نچلا دانت ٹوٹ گیا۔ عبداللہ بن قَمِئَہ نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے کندھے پر تلوار ماری ۔ آپ ﷺ کا کندھا زخمی ہوگیا، جس سے اس کندھے میں ایک ماہ تک درد رہا۔ (ابن قَمِئَہ جنگ کے بعد گھر واپس گیا تو اپنی بکریاں دیکھنے کے لیے نکلا جو اسے ایک پہاڑی کی چوٹی پر ملیں۔ وہاں ایک پہاڑی بکرے نے اس پر حملہ کر دیا اور سینگ مار مار کے اسے ختم کر دیا۔)

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ تو اس دن اس قدر لڑے اور آپ ﷺ کا اس حد تک بچاؤ کیا کہ اسلامی تاریخ میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھا گیا۔ وہ برابر اللہ کے رسول ﷺ کا دفاع کرتے رہے، ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس روز انھیں پینتیس زخم آئے اور ان کا ہاتھ شل ہوگیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو روئے زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھنا چاہے، وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے!''

گویا انھیں اس روز نبیٔ اقدس کی زبان مبارک سے جنتی ہونے کی خوش خبری ملی۔



اللہ کے رسول ﷺ کا زخمی ہونا، آپ ﷺ کے پاس موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شہادت پانا، سیدنا سعد اور طلحہ رضی اللہ عنہما کا تیر چلانا اور انصاری صحابہ کا جانیں قربان کرنا،

یہ سب واقعات اچانک اور نہایت تیزی سے پیش آئے۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی تیزی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ رہے تھے۔

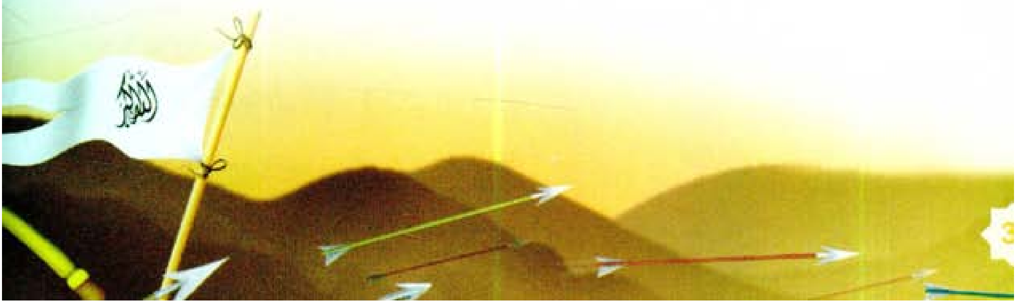
سب سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے۔ ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ پھر سیدنا علی، سیدنا عمر، سیدنا ابو دجانہ، سیدنا مصعب بن عمیر، سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہم سمیت گیارہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپہنچے۔

خود کی دو کڑیاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کے نیچے رخسار میں دھنس چکی تھیں۔ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا۔ اس طرح ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔

ادھر مشرکین کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ ان کا دباؤ اب اور زیادہ بڑھ گیا تھا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بے مثال جانبازی اور تابناک قربانیوں کا مظاہرہ کیا۔ ایسا مظاہرہ جس کی مثال دنیا میں کم ہی ملے گی۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس کوشش میں تھے کہ اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کر دیں کیونکہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا تھا۔ مگر یہ سعادت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی، انھوں نے اسے قتل کیا۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لڑائی کے دوران منہ پر چوٹ آئی، ان



کا دانت ٹوٹ گیا اور بیس سے زیادہ زخم آئے۔ پاؤں میں زخم آنے کی وجہ سے وہ لنگڑے ہو گئے۔اس روز عورتوں میں سیدہ ام عمارہ نُسَیْبَہ بنت کعب رضی اللہ عنہا بھی مسلمانوں کے درمیان موجود تھیں اور کافروں سے بہت بے جگری سے لڑیں۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے لیکن جھنڈا پھر بھی نہ گرنے دیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔



اس وقت کافروں نے مشہور کیا تھا کہ اللہ کے رسول شہید ہو گئے۔ اس خبر سے جہاں مسلمانوں میں بددلی پھیلی، وہاں اس کا فائدہ بھی ہوا۔وہ اس طرح کہ کافروں کے حملوں کی شدت کم ہو گئی، وہ مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنے لگے۔یعنی ان کے ناک کان کاٹنے لگے،آنکھیں نکالنے لگے۔

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جھنڈا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آیا۔ انھوں نے جم کر جنگ کی۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی خوب ساتھ دیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کی صفیں چیر کر نرغے میں آئے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف تشریف لے آئے۔ سب سے پہلے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ وہ خوشی سے چلا اُٹھے۔ مسلمانوں کو خوش خبری سنائی:

''مسلمانو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ رہے!''

رفتہ رفتہ تیس کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم



نے کیمپ کی طرف ہٹنا شروع کیا۔ میدان کی مختلف سمتوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تشریف لائے تو اُبی بن خلف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ اس بدبخت نے کہا:

"آج یا تو محمد رہے گا یا میں رہوں گا۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے روکنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسے مت روکو! میرے نزدیک آنے دو!"

جب وہ نزدیک آ گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لے کر اس پر وار کیا۔ نیزہ اس کی گردن پر لگا۔ بظاہر معمولی سی خراش آئی، لیکن اس خراش کی تکلیف اس قدر تھی کہ چیختا چلاتا واپس بھاگا اور مکے کی طرف واپسی کے سفر میں مر گیا۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیادت گاہ میں پہنچ گئے تو کافروں نے ایک آخری حملہ کیا۔ ابوسفیان کی خواہش تھی کہ پہاڑ تک رسائی حاصل کر لے مگر اسے ناکام لوٹنا پڑا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر انعام کیا۔ ان پر نیند یا اونگھ کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس سے ان کا سارا خوف دور ہو گیا۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ﴾

(آل عمران:۳/۱۵٤)

کافر مسلمان شہداء کی لاشوں کی بے حرمتی کرتے رہے۔ ابوسفیان کی بیوی ہند اس کام میں پیش پیش تھی۔ اس نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ چبانے کی کوشش کی لیکن چبا نہ سکی۔ ابوسفیان پہاڑ کے دامن میں جا کھڑا ہوا۔ اس نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے تین بار پوچھا:



''کیا تمہارے درمیان محمد ہیں؟''

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''اسے جواب نہ دیا جائے۔''

پھر اس نے پوچھا:

''کیا تمہارے درمیان ابن ابی قحافہ ہیں؟'' اس کی مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:



''اسے جواب نہ دو۔''

اس نے پھر پوچھا:

''کیا تمہارے درمیان عمر بن خطاب ہیں؟''

جب جواب نہ ملا تو بولا:

''چلو! ان تینوں سے تو فرصت ہوئی۔''

اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ زور سے بولے:

''او اللہ کے دشمن! جن کا تو نے نام لیا ہے، وہ سب زندہ ہیں اور ابھی اللہ نے تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے۔''

اللہ اعلیٰ واجل



اس کے بعد ابوسفیان نے کہا:

"اُعْلُ ھُبل یعنی ہبل کا نام بلند ہو۔"

اب آپ ﷺ نے فرمایا:

"اِسے جواب دو: اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ یعنی اللہ برتر اور اعلیٰ ہے۔"

ابوسفیان نے پھر کہا:

"ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے عزیٰ نہیں ہے۔"

اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اسے جواب دو! اللہ ہمارا مولیٰ ہے، تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔"

ابو سفیان نے پھر کہا:

’’آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے اور لڑائی برابر کی ہے۔‘‘

اس بات کے جواب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

’’یہ لڑائی برابر کی نہیں، ہمارے شہداء جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم رسید ہوئے۔‘‘



اب ابوسفیان بولا:

''عمر! تمہیں اللہ کی قسم! کیا (معاذ اللہ) محمد قتل ہو گئے ہیں؟''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا:

''الحمدللہ! وہ زندہ ہیں اور ہماری آپس کی بات چیت سن رہے ہیں۔''

ابوسفیان اس گفتگو کے بعد چلا گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا:

''علی! دیکھو! قریش کے کیا ارادے ہیں؟ اگر گھوڑوں کو چھوڑ کر اُونٹوں پر سوار ہوتے ہیں پھر تو ان کی منزل مکہ ہے اور اگر گھوڑوں پر سوار ہیں تو ان کا رخ مدینے کی طرف ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ان لوگوں نے مدینے کا رخ کیا تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔''



سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے گئے۔ دیکھا کہ قریش اونٹوں پر سوار ہیں اور مکے کا رخ کر رہے ہیں۔ قریش کی روانگی کے بعد مسلمان میدان جنگ میں واپس آئے اور شہداء کی لاشوں کو جمع کرنے لگے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا:

”جاؤ اور سعد بن ربیع کو تلاش کرو! اگر وہ مل جائیں تو انھیں میرا سلام کہنا اور پوچھنا کہ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟“

سیدنا زید رضی اللہ عنہ گئے اور مقتولین میں اُنہیں تلاش کرنے لگے۔ آخر وہ مل گئے، ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

”اللہ کے رسول ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ اس وقت خود کو کیسا محسوس کر رہے ہیں؟“

جواب میں انھوں نے فرمایا:

”میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔“



پھر انھوں نے اپنی قوم انصار کے نام یہ پیغام دیا:

’’اگر اللہ کے رسول ﷺ کو دشمنوں نے کوئی نقصان پہنچایا تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔‘‘

یہ کہا اور شہید ہوگئے۔ جنگ ختم ہونے پر کچھ مومن عورتیں بھی میدان جنگ میں آئیں۔ یہ سیدہ عائشہ صدیقہ، اُم سلیم اور اُم ایمن رضی اللہ عنہن تھیں۔ انھوں نے زخمیوں کو پانی پلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا بھی تھے اور دودھ شریک بھائی بھی، ایک دوسرے سے شدید محبت کرتے تھے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا بھی مثلہ کیا گیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے چہرے کا حال دیکھا تو رقت طاری ہوگئی۔

زخمیوں میں اُصَیرِم عمرو بن ثابت بھی تھے، یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان سے پوچھا گیا:

’’تم تو مسلمان نہیں ہو تم نے جنگ میں شرکت کیوں کی؟ قوم کی محبت میں یا اسلام کی سربلندی کے لیے؟‘‘



انھوں نے جواب دیا:

''اسلام کی رغبت مجھے میدان جنگ میں لے آئی۔ میں اسلام کے غلبے کی خاطر چلا آیا،لیکن اب میں کلمہ پڑھتا ہوں،اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہوں۔''

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ



پھر وفات پا گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا گیا،آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:''وہ جنتی ہیں۔''

یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بول اٹھے:

''خوب قسمت پائی...... ایک بھی نماز نہیں پڑھی، روزہ نہیں رکھا اور جنت میں چلے گئے۔''

اُحد کی لڑائی میں 70 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ 65 انصاری اور باقی مہاجر تھے۔ کافروں کے 37 افراد مارے گئے۔ایک یہودی نے بھی اس جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ شرکت کی اور کام آیا۔

کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے شہدا کو دفن کرنے کے لیے مدینہ منورہ لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: ''انھیں واپس لایا جائے! میدان جنگ میں دفن کیا جائے! قیامت کے دن میں ان پر گواہی دوں گا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا:

''ایک ایک قبر میں دو دو اور تین تین افراد کو دفن کیا جائے، جسے قرآن زیادہ یاد تھا، اسے لحد میں آگے کر دیا جائے۔''

سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ جنگ کی منادی ہوئی تو بیوی کو چھوڑ کر میدان جنگ کا رخ کیا۔ نہایت بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ انھیں فرشتوں نے غسل دیا۔ چنانچہ غَسِیْلُ الْمَلَائِکَۃِ کہلائے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شہداء کی نماز جنازہ خود پڑھائی۔ جب بھی کوئی جنازہ آتا، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو بھی اس کے ساتھ رکھ دیا جاتا۔ اس طرح تمام شہداء کے ساتھ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی۔ عمرو بن جموح اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما دونوں دوست تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا:

''ان دونوں دوستوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔''

شہداء کی تدفین کے بعد اسلامی لشکر کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی ہوئی۔ بنو دینار کی ایک خاتون کا خاوند، بھائی اور بیٹا تینوں اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ انھیں جب یہ اطلاع ملی تو پوچھا:

''تم مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں بتاؤ!''

انھیں بتایا گیا:

''اللہ کا شکر ہے، رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں۔''

یہ سن کر بولیں:

''آپ ﷺ خیریت سے ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے۔ بڑی سے بڑی مصیبت آسان ہے۔''

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ ﷺ کے پاس دوڑی دوڑی آئیں۔ سیدنا سعد رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا:

''اللہ کے رسول ﷺ! یہ میری والدہ ہیں۔''

آپ ﷺ ان کے لیے رک گئے۔ انھیں مرحبا کہا۔ جب وہ قریب آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے صاحب زادے عمرو بن معاذ کی شہادت پر تعزیت کے الفاظ فرمائے۔ انھیں تسلی دی، صبر کی تلقین کی۔ وہ بولیں:

''جب میں نے آپ ﷺ کو صحیح سلامت دیکھا تو اپنے بیٹے کی موت کا غم کم ہو گیا۔''

پھر آپ ﷺ نے اُم سعد رضی اللہ عنہا کو خوش خبری دی کہ تمام شہداء جنت میں ہیں اور ان کے گھر والوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول کر لی گئی ہے۔

اس پر اُم سعد رضی اللہ عنہا نے شہداء کے بچوں اور اہل وعیال کے لیے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ اسی روز شام تک مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اگر چہ مسلمان زخموں سے چور چور تھے، لیکن دوسری طرف یہ خطرہ بھی تھا کہ کفار کہیں واپس پلٹ کر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے تمام رات جاگ کر گزاری۔

اگلے روز یعنی 8 شوال 3ھ کو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ دشمن کے مقابلے کے لیے چلنا ہے۔ لیکن صرف وہ لوگ جائیں گے جو اُحد میں ہمارے ساتھ تھے۔ مسلمانوں نے فوراً لبیک کہا اور مدینہ منورہ سے 8 میل دور ''حمراء الاسد'' کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔

ادھر کافروں نے 36 میل دور جا کر روحاء کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ لگے ایک دوسرے کو ملامت کرنے کہ اتنا اچھا موقع ہاتھ آ گیا تھا لیکن تم نے کچھ نہ کیا۔ مسلمانوں کی شان وشوکت جوں کی توں باقی ہے۔

وہ دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ بنوخزاعہ کا ایک آدمی وہاں پہنچ گیا۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کافروں کو ان کے اسلام قبول کرنے کا علم نہیں تھا۔ ان لوگوں نے ان سے حالات پوچھے تو انھوں نے بتایا:

"میری رائے تو یہ ہے کہ تم مدینے کا رخ نہ کرو! محمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمہارے تعاقب میں نکل چکے ہیں اور ان کے ساتھی نہایت جوش اور غصّے کی حالت میں ہیں۔"

یہ سن کر قریش کی طاقت اور دشمنی کے غبارے کی ہوا نکل گئی اور انھوں نے مکے کا رخ کرنے میں ہی عافیت خیال کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تین دن تک وہاں قیام فرمایا، پھر 11 شوال کو واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے۔





غزوۂ اُحد

جو غلط راہوں میں مارے جاتے ہیں۔

تاریخ اُن کا ماتم نہیں کرتی۔

تاریخ ایک آئینے کی مانند ہے جو چہرے کی خوبصورتی یا بدنمائی کو چھپاتا نہیں۔

صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ! اپنی ہی اناؤں کے اسیر لوگ!

جب ناقابلِ تلافی نقصان اُٹھاتے ہیں تو بجائے ماتم کے، انتقام کی آگ میں جلنے لگتے ہیں۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔ ان کے لیے جنگ کا دوسرا تجربہ بھی ہولناک تھا'

شکست کا داغ پھر سے ان کے ماتھے پر چمک اُٹھا...... لیکن!

عہدِ وفا کی پاسداری نہ کرنے والوں نے اُنھیں عارضی کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔

اپنے سالار کا حکم نہ ماننے کی پاداش میں' اُنھیں شدید نقصانات اُٹھانا پڑے...... صرف حکم نہ ماننے پر!

یہ بات...... تاریخ کے آئینے میں عکس بن کر جھلملا رہی ہے۔

انھوں نے چودہ سو سال قبل حکم نہ ماننے پر نقصان اُٹھایا۔

کہیں آج بھی ہم حکم نہ ماننے پر نقصان تو نہیں اُٹھا رہے!

سمجھداروں کے لیے...... تاریخ کا ایک تازیانہ۔ صرف نصیحت کے لیے۔

ISBN: 9960-899-67-5

9 789960 899671

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • خبر • شارجہ
لاہور • لندن • ہیوسٹن • نیویارک